بحث ونظر

فقہاء کے درمیان اختلاف کے اسباب

مفتی صباح الدین فلاحی قاسمی

'اسبابِ اختلافِ فقہاء' کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اوران اسباب کو مختلف انداز میں مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں ان اسباب کی ترتیب ایک نئے انداز سے پیش کی جارہی ہے۔

فقہ دراصل کتاب وسنت کے متن کو فقیہانہ طور پر سمجھنے کا نام ہے یعنی اوّلاً اس پہلو سے سمجھنا کہ ایک مخصوص متن اپنی جانب سے شریعت کے کن کن احکام کی رہنمائی کرتا ہے اور ثانیاً اس پہلو سے کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کا شرعی حکم کہاں کس متن کے اندر کس طرح موجود ہے۔

بہر کیف علم فقہ میں ہر استدلال تین عناصر سے مرکب ہوتا ہے یعنی دلیل، طریقۂ استدلال اور عقلِ مستدِلّ (استدلال کرنے والے کی عقل وذہانت) دلیل اگر اپنے ثبوت اور دلالت میں قطعی ہے تو کسی اختلاف کا سوال پیدا نہیں ہوتا، لیکن اگر وہ کسی بھی پہلو سے ظنّی ہے تو مستدِلّ (فقیہ) کو اس سے استدلال کرنے میں استدلال کے کسی قاعدے اور اپنی فقہی استعداد کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے فقہاء کے درمیان اختلاف کا واقع ہونا ایک طبعی امر ہے۔

چونکہ تمام اسباب اختلاف دراصل ان ہی عناصر ثلاثہ میں سے کسی نہ کسی کی طرف راجع ہوتے ہیں، اس لیے آئندہ سطور میں تمام اسبابِ اختلاف کو ان ہی تین زمروں میں تقسیم کرکے ان کی مختصر وضاحت کی گئی ہے۔

اسبابِ اختلاف ایک نظر میں

(۱) نفسِ دلیل سے تعلق رکھنے والے اسباب: یہ دو طرح کے ہیں:

(۱) دلیل کی دلالت[۱] میں ظنیت اور دلیل کے ثبوت[۲] میں ظنیت

اوّلاً دلیل کی دلالت میں ظنیت کا پایا جانا :

(الف) ظنیت کی وہ صورتیں جو نصوصِ قرآن و سنت کی دلالت میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں :

۱۔ کسی لفظ کا دو معنی میں مشترک ہونا۔
۲۔ کسی ترکیب کا دو معنی میں مشترک ہونا۔
۳۔ لفظ کا حقیقت و مجاز کے درمیان متردّد ہونا۔
۴۔ لفظ کا لغوی اور شرعی معنی کے درمیان متردّد ہونا۔
۵۔ لفظ کا عام یا خاص ہونے کے درمیان متردّد ہونا۔
۶۔ لفظ کا مطلق یا مقید ہونے کے درمیان متردّد ہونا۔

(ب) ظنیت کی وہ صورت جو خاص قرآن کی دلالت میں پائی جاتی ہے۔

قراءت کا مختلف ہونا۔

(ت) ظنیت کی وہ صورتیں جو خاص سنت کی دلالت میں پائی جاتی ہیں :

۱۔ تصرفِ رسول کی جہت میں شبہہ کہ وہ بحیثیتِ بشر صادر ہوا یا رسول کی حیثیت میں۔
۲۔ فعلِ رسول کا رسول کے ساتھ خاص ہونا یا امت کو بھی شامل ہونا۔
۳۔ تقریرِ رسول کی دلالت فعل کی مشروعیت یا عدمِ مشروعیت پر۔

(ث) ظنیت کی وہ صورتیں جو قرآن یا سنت کی دلالت میں دیگر خارجی دلائل کے تعارض سے پیدا ہوتی ہیں۔

یہ باب فقہاء کے درمیان زبردست بحث و مباحثہ اور اختلاف کا میدان رہا ہے۔

۱۔ نصوصِ قرآن کے درمیان تعارض ۲۔ سنتِ قولیہ میں تعارض
۳۔ سنتِ فعلیہ میں تعارض ۴۔ رفعِ تعارض

ثانیاً : دلیل کے ثبوت میں ظنیت کا پایا جانا : (ثبوت کا مسئلہ قرآن سے متعلق نہیں ہے)

سنت کے ثبوت میں ظنیت کی صورتیں دو پہلوؤں سے پائی جاتی ہیں۔

اوّلاً۔ سند کے پہلو سے (یہ باب بہت وسیع ہے)

ثانیاً۔ متن کے پہلو سے۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ متنِ حدیث کا قوی تر دلیل کا مخالف ہونا۔

۲۔ متنِ حدیث کی حیثیت کے اعتبار سے سند کا درجہ نہ ہونا۔

۳۔ متنِ حدیث میں شرعی شذوذ کا پایا جانا۔

۴۔ حدیث کا دورِ تابعین میں ظاہر نہ ہونا اور اہلِ فقہ کا اس پر عمل نہ کرنا۔

۵۔ متنِ حدیث کا تاریخی حقائق کے خلاف ہونا۔

۶۔ متنِ حدیث کا ضوابطِ فقہیہ سے معارض ہونا۔

۷۔ راوی (صحابی) کی روایت سے راوی کے عمل کا معارض ہونا۔

(۲) طریقۂ استدلال سے تعلق رکھنے والے اسباب

(یعنی قواعدِ استدلال اور طرقِ استنباط کے ثبوت و حجّیت میں اختلاف)

یہ قواعد مندرجہ ذیل ہیں:

اوّل: قواعدِ اصولیہ

(أ) قواعدِ اصولیہ خاصّہ

(ب) قواعدِ اصولیہ عامّہ

ثانی: قواعدِ فقہیّہ

(أ) قواعدِ فقہیّہ خاصّہ

(ب) قواعدِ فقہیّہ عامّہ (مبادی شرعیہ عامّہ)

ثالث: ضوابطِ فقہیہ

(ا) ضوابطِ فقہیّہ خاصہ

(ب) ضوابطِ فقہیہ عامہ

(۳) مستدِلّ (فقیہ) کی عقل واستعداد سے تعلق رکھنے والے اسباب:

(یعنی مستدل کے استعداد کی عدمِ کاملیت وعدمِ کفایت (مستدل کی بشری محدودیت، غیر معصومیت، عقل کی نارسائی اور تقصیرات)

اصلاً یہی سبب منبعِ خطاً اور منشأِ اختلاف ہے۔

۱۔ فقیہ کا دلیل پر مطلع نہ ہونا۔
۲۔ فقیہ کا دلیل کو بھول جانا یا چوک جانا۔
۳۔ دلالۃ النص سے ناواقف ہونا۔
۴۔ جہتِ دلالت سے ناواقف ہونا۔
۵۔ تمام دلائل کا لحاظ نہ کرنا۔
۶۔ مصلحتوں، حاجتوں اور نئے بدلتے رہنے والے عرفیات کی رعایت نہ کرنا۔
۷۔ اجتہادی استعداد کا مفقود ہونا۔

(۴) اختلاف دور کرنے کے طریقے:

۱۔ مصالح کے فہم وادراک کے لیے گہرائی اور باریکی سے غور وخوض کرنا، شریعت کی روح کو صحیح طور پر سمجھنا اور شریعت کے مبادی وقواعد عامہ کی بہترین تطبیق کرنا۔
۲۔ تتبّع اور استقراء کے ذریعہ مسئلہ سے متعلق تمام دلائل کا استیعاب واستقصاء کرنا۔
۳۔ تمام دلائل کی جانچ پرکھ کرنا۔ ان کا موازنہ کرکے محاکمہ کرنا۔
۴۔ جن مسائل میں نص موجود نہیں یا نص ایک سے زائد معنی کی محتمل ہو، ان میں باہمی مشاورت اور اجتماعی فقہ واجتہاد کے ذریعہ مسئلہ کا شرعی حل دریافت کرنا۔

فقہِ قرآن وسنت میں اختلاف کے اسباب کی تفصیلی وضاحت

۱۔ <u>نفسِ دلیل سے تعلق رکھنے والے اسباب</u>: یہ دو طرح کے ہیں: اوّل: دلالت میں ظنّیت، ثانی: ثبوت میں ظنّیت۔

اوّل۔ دلیل یعنی نصوصِ قرآن وسنت کی دلالت میں احتمال (ظنّیت)

(اَ) احتمال کی وہ صورتیں جو قرآن وسنت میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں:

(۱) لغت کے اعتبار سے کسی لفظ مفرد کا کئی معنوں میں مشترک ہونا، جیسے آیت عدت:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ	جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، وہ تین
بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ	مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اپنے آپ کو
(البقرہ: ۲۲۸)	روکے رکھیں۔

میں وارد 'قروء' کا لفظ طہر یا حیض کے معنی میں مشترک ہے۔ چنانچہ بعض فقہاء 'قروء'

سے مراد طہر لیتے ہیں اور بعض کے خیال میں اس سے مراد حیض ہے۔ یا مثلاً آیت :

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ	اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح
مِنَ النِّسَاءِ (النساء : ۲۲)	کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو۔

میں 'نکاح' کا لفظ عقد اور وطی کے معنی میں مشترک ہے۔ اب وضاحت طلب یہ ہے کہ یہاں 'نکاح' کس معنی میں ہے، عقدِ نکاح کے معنیٰ میں یا وطی کے معنیٰ میں؟

(۲) کسی مرکب کا کئی معنوں میں مشترک ہونا۔ جیسے آیت :

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ	اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت
ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ	لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسّی
فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَّ	کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول
لَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ج	نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔ سوائے
وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ	ان لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد
تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا (النور: ۴)	تائب ہو جائیں اور اصلاح کریں۔

میں اِلَّا کا لفظ ہے۔ یہ حرفِ استثناء صرف دوسرے جملہ یعنی 'أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ' کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے اور ایک ساتھ دونوں جملوں کی طرف بھی، یعنی 'إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا' کا مرجع صرف 'فاسق' ہے یا فاسق و شاہد دونوں ہی اس کا مصداق ہیں؟

یا مثلاً آیت

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي	لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو
الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا	کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی
أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ	سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے
وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ	جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف
يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۝	سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلا وطن
(المائدہ: ۳۳)	کر دیے جائیں۔

میں 'أو' کا کلمہ تخییر (اختیار دینے) کے لیے بھی ہو سکتا ہے یعنی محارب کی سزا تقتیل ہے یا تصلیب یا تقطیع یا نفی، ان میں سے ایک۔ اور یہ توزیع (تقسیم) کے لیے بھی ہو سکتا

ہے یعنی یہ کہ جو زمین پر فساد پھیلاتے ہیں، تقتیل، تصلیب، تقطیع اور نفی، یہ سب ان کی سزا کی قسمیں ہیں۔

(۲) لفظ کا حقیقت اور مجاز کے درمیان متردّد ہونا: جیسے آیت:

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ — دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ (البقرہ: ۲:۲۵۶)

میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ خبر 'نہی' کے معنی میں ہے یا یہ 'خبرِ حقیقی' کے مفہوم میں ہے۔ یا مثلاً آیتِ تیمم:

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (النساء: ۴۳) — یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو۔

میں 'ملامسۃ' کا لفظ لغت کے حقیقی معنی یعنی 'لمس' (چھونا) میں مستعمل ہے یا مجازی معنی میں بطورِ استعارہ جماع کے معنی میں، یا مثلاً آیتِ محاربہ:

اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (المائدہ: ۳۳) — یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں۔

میں 'نفی من الارض' سے مراد حقیقی معنی یعنی اس زمین سے مجرم کو جلاوطن کرنا ہے جس میں فساد پھیلانے کا ارتکاب کیا ہے، یا مجازی معنی یعنی 'قید کرنا' ہے۔

(۴) لفظ کا لغوی اور شرعی معنی کے درمیان متردّد ہونا: جیسے آیتِ محرّمات:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ — تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں
وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ — بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں،
وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ — بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے
الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ — تم کو دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ
اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ — شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں
رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ — اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنھوں نے
الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (النساء: ۲۳) — تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے۔

میں بنات کے لفظ سے مراد لغوی معنی یعنی مطلقاً مرد کے نطفہ سے متولد ہر لڑکی ہے حتیٰ کہ زنا سے پیدا شدہ بچی بھی، یا مراد صرف 'بنتِ شرعی'، یعنی شرعی نکاح سے پیدا شدہ لڑکی ہے۔ یا مثلاً آیتِ خمر:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ — یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور

وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ (المائدہ: ۹۰) — پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔

میں خمر سے مراد لغوی معنی یعنی خاص انگور سے کشید کی ہوئی شراب ہے، یا وہ پانچوں قسم کی شراب مراد ہے جو نزولِ آیت کے وقت مقامِ نزول پر رائج تھی یعنی انگور، کھجور، شہد، گندم اور جَو کی شراب۔

(۵) لفظ کا عام یا خاص ہونے کے درمیان متردد ہونا، جیسے آیت:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ: ۳۱) — اور اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔

میں اسماء سے مراد قیامت تک کے مَا كَانَ وَمَا يَكُوۡنُ کے نام ہیں، یا لغات، یا اسمائے الٰہی، یا ان اشیائے علویہ وسفلیہ کے نام جن کا منصبِ خلافت تقاضا کرتا ہے؟ یا مثلاً شریعت (قرآن وحدیث) میں مردوں سے خطاب عورتوں کو بھی عام ہے یا نہیں؟

(۶) لفظ کا مطلق یا مقید ہونے کے درمیان متردد ہونا۔ جیسے آیتِ کفارۂ یمین (ظہار):

فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا (المجادلہ: ۳) — تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔

میں 'تحریر رقبہ' (غلام کو آزاد کرنا) مطلق ہے جبکہ قتلِ خطأ کے کفارۂ دیت میں 'رقبۃ مؤمنۃ' (مومن غلام کو آزاد کرنا) ایمان کی قید کے ساتھ ذکر ہوا ہے (النساء ۴/۹۲)

(ب) احتمال کی ایک صورت جو خاص قرآن کی دلالت میں پائی جاتی ہے:

قراءت کا مختلف ہونا، جیسے آیتِ وضو:

وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ — سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔

میں 'ارجلَکم' کی قراءت جو کہ اصلاً منصوب ہے، اسے 'مجرور' بھی پڑھا گیا ہے یعنی 'ارجلِکم' چنانچہ سوال یہ پیدا ہوگیا ہے کہ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے یا صرف مسح کرنا۔

(ت) احتمال کی مزید صورتیں جو خاص سنت کی دلالت میں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ اس امر سے عدم معرفت کہ فعلِ رسولؐ کی نوعیت کیا ہے؟ یعنی یہ کہ وہ

محض بشر کی حیثیت سے عادت و تجربہ کے طور پر صادر ہوا یا بحیثیت رسول علی وجہ التبلیغ ، یا جماعت مسلمین کے امام و رئیس عام کی حیثیت میں، یا قاضی کی حیثیت میں۔

۲۔ (أ) فعل رسول کا کبھی رسول کے ساتھ خاص ہونا اور کبھی امت کو شامل ہونا: جیسے رسول کی خاصیات میں سے ہے صلاۃ الضحیٰ کا واجب ہونا، رات میں تہجد پڑھنا چار سے زیادہ عورتوں سے یا بغیر مہر کے نکاح کرنا۔ لیکن لفظ 'ہبہ' کے ذریعہ نکاح کے مسئلہ میں اختلاف ہے کہ یہ رسول کے ساتھ خاص ہے یا امت کو عام ہے۔

(ب) فعل رسولؐ کے سلسلہ میں اس بات کا احتمال کہ وہ نص قرآنی کا بیان ہے یا نہیں؟ جیسے وضو میں مضمضہ (کلی کرنے) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنے) پر آپؐ کا مستقل عمل کرنا حنفیہ کے نزدیک وضو میں ان اعمال کے واجب ہونے کا بیان نہیں ہے جبکہ دیگر فقہاء اسے بیان مانتے ہیں۔

(ت) رسولؐ کے فعل کو قربت یا اباحت پر محمول کرنے میں احتمال۔ جیسے حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے واپسی میں مقام ابطح میں قیام فرمایا۔ اس کے سلسلہ میں ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کا خیال ہے کہ یہ مناسک حج میں سے ہے اور حاجی کے لیے ابطح میں قیام سنت ہے۔ مگر حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ یہ ایک اتفاقی امر تھا، اس کا مناسک حج سے کوئی تعلق نہیں۔ یا مثلاً طواف کعبہ میں 'رمل' سنت ہے یا حضور نے کسی عارضی وجہ سے اتفاق کے طور پر کیا؟

(ث) فعل رسولؐ کے بارے میں کبھی وہم کی بناء پر احتمال کا پیدا ہونا: جیسے لوگوں نے رسول اللہؐ کو حج ادا فرماتے ہوئے دیکھا تو بعض لوگ یہ سمجھے کہ آپ متمتع تھے، بعض کے خیال میں آپ قارن تھے اور بعض کی رائے میں آپ مفرد تھے۔

یا مثلاً لوگوں نے آپ کو ایک یہودی کا جنازہ گزرتے وقت کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا، تو آپ کے قیام کی علت کے بارے میں بعض نے کہا کہ ملائکہ کی تعظیم کے لیے یا موت کی ہولناکی کی وجہ سے کھڑے ہوئے، اس صورت میں مومن و کافر دونوں کے لیے حکم عام ہو جائے گا۔ بعض کے خیال میں آپؐ کا کھڑا ہونا اس کراہت کی بنا پر تھا کہ جنازہ آپؐ کے سر کے اوپر نہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں یہ صرف کافر کے لیے خاص ہوگا۔

۳۔ اس بات میں اختلاف کہ فعلِ خاص سے متعلق تقریر اس فعل کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

مثلاً ثبوتِ نسب کے لیے 'قیافہ' کے اعتبار کا مسئلہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجزز المدلجی (قیافہ شناس) نے زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کے پاؤں کو دیکھ کر کہا کہ یہ دونوں باپ بیٹے ہیں (ھٰذہٖ الاقدام بعضہا من بعض) اسامہ انتہائی کالے اور زید نہایت گورے تھے۔ اس بنا پر کفار اسامہ کے نسب پر قدح کرتے تھے۔ آپ کو مدلجی کا قول سن کر بڑی خوشی ہوئی۔

(ث) ظنیت کی وہ صورتیں جو قرآن یا سنت کی دلالت میں دیگر خارجی دلائل کے تعارض سے پیدا ہوتی ہیں (اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے تاویل وتعلیل کے ذریعہ جمع وتوفیق یا پھر ترجیح کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ ازالۂ تعارض میں مقاصدِ شریعت کی معرفت معاون ثابت ہوتی ہے یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نصوص کا یہ تعارض حقیقی نہیں ہوتا، ظاہری ہوتا ہے۔)

اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

(۱) نصوصِ قرآنی کے درمیان تعارض۔ جیسے جنگ کے ذریعہ فتح کی ہوئی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کا مسئلہ:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (الانفال: ۴۱)

اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

یا جیسے: عورت کے قریبی غیر محرم سے گھریلو پردہ کے ذکر میں آیت:

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (النور: ۳۱)

اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔

میں 'اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا' کے استثناء سے مراد "وجہ وکف" (چہرہ اور ہتھیلی) کا استثناء، اس میں حدیثیں دونوں موقف کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔

(۲) سنتِ قولیہ میں تعارض: جیسے حدیث:

(۱) لَاصَلَاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (بخاری ۱/۱۰۴)	اس کی نماز نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔
(۲) مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ (طحاوی ۱/۱۰۶)	جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

پہلی حدیث کا تقاضا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت امام مقتدی اور منفرد سب پر فرض ہو جب کہ دوسری حدیث کا تقاضا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قرأت مقتدی پر فرض نہ ہو۔

(۳) سنتِ فعلیہ میں تعارض: جیسے:

۱۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ اَفْرَدَ الْحَجَّ	نبیؐ نے صرف حج کیا (یعنی عمرہ کے بغیر)

۲۔ سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ	رسولؐ نے عمرہ کے ساتھ حج تمتع کیا۔

(۳) حضرت انس فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یُلَبِّیْ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ جَمِیْعًا یَقُوْلُ لَبَّیْکَ عُمْرَۃً وَحَجًّا (صحیح مسلم بشرح النووی ۸/۲۰۶۔۲۱۶)	میں نے نبیؐ کو حج اور عمرہ کا تلبیہ ایک ساتھ کرتے ہوئے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے: لَبَّیْکَ عُمْرَۃً وَحَجًّا

یعنی نبیؐ کے حجۃ الوداع کے بارے میں تینوں قسم کے حج کی روایتیں موجود ہیں یعنی یہ کہ آپؐ نے حجِ افراد کیا یا حجِ تمتع کیا یا حجِ قران کیا۔

مزید مثالیں:

۱۔ محرم (حج یا عمرہ کے لیے احرام باندھنے والے) کے نکاح کا مسئلہ

۲۔ نکاح میں مہر کی کم سے کم مقدار کا مسئلہ۔

۳۔ قصاص میں آلۂ قتل میں مماثلت کے اعتبار کا مسئلہ۔

۴۔ باپ کا اپنی اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کرنے کا مسئلہ۔

۵۔ مسِ ذکر سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ۔

۶۔ تیمم میں مٹی پر ایک بار یا دو بار ہاتھ مارنے کا مسئلہ
۷۔ محرم کے بدن میں خوشبو کے برقرار رہنے کا مسئلہ۔
۸۔ استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے یا پیٹھ کرنے کا حکم۔
۹۔ چوری کے نصاب کی مقدار کا مسئلہ۔
۱۰۔ منی کے نجس ہونے کا مسئلہ۔

رفع تعارض میں مختلف فقہاء کا زاویۂ نگاہ اور نقطۂ نظر مختلف ہوتا ہے:
جیسے رفع یدین کے مسئلہ میں حنفی اور شافعی نقطۂ نظر کا اختلاف۔
امام شافعی کے نزدیک 'رفع یدین' نماز کے لیے 'زینت' ہے اور حنفیہ کے ہاں یہ ایک خلافِ 'قنوت' عمل ہے کیونکہ نماز میں اصل 'قنوت' ہے۔

قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ — اللہ کے آگے اس طرح کھڑے ہو جیسے فرماں بردار غلام کھڑے ہوتے ہیں۔ (البقرہ: ۲۳۸)

چنانچہ رفعِ یدین سے متعلق تمام احادیث میں تطبیق، احناف کے نزدیک یہ ہے کہ نماز میں اعمال کا ارتقاء 'حرکت' سے 'سکون' کی طرف ہوا ہے اور آخر میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفعِ یدین برقرار رہا۔

رفعِ تعارض میں فقہاء کے درمیان نسخ اور عدم نسخ کا دعویٰ مختلف ہو جاتا ہے:
جیسے امام شافعیؒ نے حدیث:

أَفْطَرَ الحَاجِمُ وَالمَحْجُومُ — جس نے پچھنا لگایا اور جس نے پچھنا لگوایا دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ (بخاری)

پر کتاب الام میں بحث کی اور اسے منسوخ قرار دیا۔ (مقدمہ المجموع)

سنتِ قولیہ میں رفع تعارض کے لیے بعض فقہاء اصح کو اختیار کر لیتے ہیں اور بالمقابل کو ترک کر دیتے ہیں۔ بعض ان کے درمیان تطبیق کی کوشش کرتے ہیں۔ خواہ کم درجہ کی صحیح یا حسن حدیث کو اصل قرار دے کر اصح حدیث کے خلافِ ظاہر توجیہ کرنی پڑے۔ بعض اس حدیث کو اختیار کر لیتے ہیں جس پر صحابہ کا عمل ہو اور دوسری حدیث کی تاویل کر لیتے ہیں۔

ثانی دلیل (سنت) کے ثبوت میں شبہ (ظنیت) کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

اولاً: سند کے پہلو سے یعنی کسی سند کا ایک فقیہ کی نظر میں قابلِ قبول ہونا اور دوسرے کی نظر میں ناقابلِ قبول ہونا۔

جیسے عبادہ بن صامتؓ سے مروی ابوداؤد و ترمذی کی ایک حدیث سے امام شافعی مقتدی کے لیے فاتحہ کی قرات پر استدلال کرتے ہیں جب کہ اس حدیث کے دونوں راوی یعنی ابن اسحاق اور نافع بن محمود کو ابن قدامہ مقدسی مدلس اور ضعیف قرار دیتے ہیں۔ یا مثلاً حدیثِ مرسل کی قبولیت میں اختلاف۔

ثانیاً: متن کے پہلو سے ثبوتِ حدیث میں شبہہ کا پیدا ہونا:

(۱) فقیہ کی نظر میں اگر متنِ حدیث قوی تر دلیل کے مخالف ہو تو اس کا قوی تر کو قبول کرلینا:

جیسے نفقۂ مطلقۂ ثلاثہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کا فاطمہ بنتِ قیسؓ کی حدیث کو چھوڑ کر آیتِ قرآنی کو اختیار کرنا، یا مثلاً میت پر رونے سے میت کو عذاب ہونے کے مسئلہ میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت:

اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ (مسلم، کتاب الجنائز)	میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔

اس روایت پر حضرت عائشہؓ کا قرآن کی آیت:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام: ۱۶۴)	کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

کے ذریعہ نقد کرنا۔ یا مثلاً احناف کا آیتِ قرآنی:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ: ۲۸۲)	پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے یہ گواہ ایسے لوگ ہوں جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو۔

کی بنا پر ایک گواہ اور ایک قسم کے ذریعہ قضا والی روایت کو قبول نہ کرنا۔ یا مثلاً

سفر میں جمع بین الصلاتین کے باب میں احناف کا قرآن کی آیت:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی	نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندیٔ
الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا (النساء: ۱۰۳)	وقت کے ساتھ اہلِ ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔

کی بنا پر متعلق روایت کو قبول نہ کرنا۔

(۲) فقیہ کے نزدیک سند کا اس پایہ کا نہ ہونا جو بعض حدیث کے لیے اس کے نزدیک درکار ہے۔ مثلاً جو مسئلہ عمومی نوعیت (عموم بلویٰ) والا ہو اس میں حدیث کے لیے مشہور ہونے کی شرط لگانا یا مثلاً جو مسئلہ خلافِ قیاس ہو اس میں راوی کے فقیہ ہونے کا تقاضا کرنا۔

(۳) متنِ حدیث میں شرعی شذوذ کا پایا جانا قبولیتِ حدیث میں مانع ہو: مثلاً صلاۃ التسبیح کی مشروعیت کا مسئلہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے اور سند و متن دونوں اعتبار سے ضعیف ہے، امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ صلاۃ تسبیح نبیؐ سے ثابت نہیں ہے (لَا تَصِحُّ عَنِ النَّبِیِّ) اور ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے کہ صلاۃ تسبیح کی حدیث رسول اللہ پر جھوٹ ہے (اِنَّهَا کِذْبٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ)

اس میں شرعاً شذوذ اس طرح ہے کہ یہ نماز جو روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ یا عمر میں ایک بار پڑھنے اور تسبیحات کی متعیّنہ گنتی کے ساتھ ہے، شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے یعنی خاندانِ صلاۃ میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

یا جیسے سنن نسائی میں نعمان بن بشیرؓ سے مروی یہ حدیث کہ نبیؐ نے صلاۃ الکسوف (سورج گرہن کی نماز) دو رکعتیں اس طور سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کیے یعنی معمول کی دو رکعات کی طرح۔ اسی نماز سے متعلق صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے دو رکعتیں ۴ رکوع (اور ۴ سجدوں) کے ساتھ ادا کیں یہاں قیاس نظریہ ہے کہ صلاۃ الکسوف کو بھی تمام نمازوں پر اعتبار کیا جائے۔ یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوں۔

یا مثلاً تین رکعات وتر میں دو رکعات کے بعد قعدہ نہ کرنا۔ خاندانِ صلاۃ میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ صلاۃ المغرب جو تین رکعات والی نماز ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب اور وتر میں فرق صرف دعاءِ قنوت کا ہے۔

(۴) حدیث کا تابعین کے دور میں ظاہر نہ ہونا اور اہلِ فقہ کا اسے معمول بہ نہ بنانا بھی حدیث کی قبولیت اور عدمِ قبولیت میں مؤثر ہے۔

جیسے قلتین والی روایت:

اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ	جب پانی دو قُلّہ کے برابر ہو تو وہ ناپاک
لَمْ یَحْمِلْ خُبْثًا	نہیں ہوتا۔

بہت سے طرق سے مروی اور صحیح ہونے کے باوجود احناف اور مالکیہ کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حدیث حضرت سعید بن المسیبؒ اور امام زہریؒ کے دور میں ظاہر نہیں ہوئی۔

(۵) متن کا تاریخی حقائق کے خلاف ہونا بھی قبولیتِ حدیث میں مانع ہے:

جیسے فضائلِ ابوسفیانؓ میں مسلم کی اس حدیث کو ابن حزمؒ نے رد کر دیا ہے، جس میں ہے کہ ابوسفیانؓ نے آپؐ سے تین درخواستیں قبول کرنے کو کہا تھا۔ ابن حزم کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں راوی کو وہم ہو گیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ابن حزم اس حدیث کو موضوع کہتے تھے ان کا کہنا تھا کہ ساری گڑبڑ عکرمہ بن عمار نے کی ہے جس نے ابوزمیل سے اس کی روایت کی ہے۔

(۶) حدیث کا ضوابطِ فقہیہ کے معارض ہونا بھی عدمِ قبولیت کا ایک سبب ہے:

جیسے فقہائے احناف حدیث عفرا، کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ ان کے نزدیک فقہی ضابطہ یہ ہے کہ:

خبر الآحاد ورد مخالفا	جو خبرِ واحد اصول فقہیہ کے مخالف ہو
لنفس الاصول لَمْ یُقبل	وہ قبول نہیں کی جائے گی۔

(۷) راوی (صحابی) کی روایت سے راوی کے عمل کا معارض ہونا:

چنانچہ بعض فقہاء روایت کو حجت قرار دیتے ہیں اور بعض عملِ راوی (صحابی) کو، مثلاً حضرت ابوہریرہؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ:

طُهُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ	جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ
فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ	ڈال دے تو اس کی پاکی یہ ہے کہ وہ اسے
مَرَّاتٍ (مسلم ۲/ ۱۸۲)	سات بار دھوئے۔

س کے برعکس امام طحاوی اور دارقطنی نے ابوہریرہؓ ہی سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ:

اِنَّهٗ يَغْسِلُ مِنْ وُلُوْغِهٖ ثَلَاثًا	یعنی ابوہریرہؓ کتے کے منہ ڈالنے پر برتن کو

مَرَّاتٍ۔ تین بار دھوتے تھے۔"

اس صورت میں جن حضرات نے روایت کو اختیار کیا انھوں نے عملی اختلاف کی تاویل کی اور جنھوں نے عمل کو حجت مانا انھوں نے عمل صحابی کو روایت کے لیے ناسخ قرار دیا۔

۲۔ طریقۂ استدلال سے تعلق رکھنے والے اسباب: (یعنی استدلال کے قواعد میں اختلاف کا واقع ہونا)

یہ قواعد مندرجہ ذیل ہیں:

اوّل (أ) قواعدِ اصولیہ خاصہ (یعنی وہ اُصول جو شارع کے الفاظ، لغت، اور اسالیب زبان سے متعلق ہیں) یہ فہم نصوص میں کام آتے ہیں۔ جیسے:

○ اس بارے میں اختلاف کہ امر کا صیغہ واجب ہونے کا مقتضی ہے یا مندوب ہونے کا۔ چنانچہ ایک رائے یہ ہے کہ اِنَّ الامر المجرّد لا یقتضی الوجوب جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ الأمر إذا اُجرِّدَ عَنِ القرائنِ أفاد الوجوب۔

○ اسی طرح یہ اختلاف کہ امر کا صیغہ فوریت یا تکرار کا مقتضی نہیں ہے۔ الامر المجرّد لا یقتضی الفور او لا یقتضی التکرار

○ اس بارے میں اختلاف کہ 'نہی' کا صیغہ حرام یا مکروہ ہونے کا متقاضی ہے یا نہیں۔

○ لفظِ عام کے بارے میں اختلاف رائے ہے کہ وہ تخصیص کے بعد باقی افراد میں حجت ہے یا نہیں، جیسے قاعدہ یہ ہے کہ تخصیص کیا ہوا عام حجت نہیں (العام المخصوص لیس بِحُجّةٍ) یا یہ قاعدہ کہ عام قطعی طور پر اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے (العامّ ینتظم جمیع افرادِہٖ قَطعًا) یعنی عموم کی دلالت اپنے تمام افراد پر قطعی ہوتی ہے، (جبکہ بعض کے نزدیک ظنّی ہوتی ہے۔)

○ اور یہ کہ حدیثِ احاد یا قیاس کے ذریعہ تخصیص صحیح ہے یا نہیں؟

○ مطلق کے سلسلہ میں اختلاف یہ ہے کہ اسے مقید پر محمول کیا جائے گا یا نہیں اور یہ کہ حدیثِ احاد کے ذریعہ عام کو مقیّد کرنا صحیح ہے یا نہیں اور یہ کہ مطلق ہر ایک فرد پر دالّ ہوتا ہے۔ (المطلق یَدلُّ علیٰ اَیِّ فَردٍ)

○ مفہوم مخالف کے بارے میں اختلاف کہ غیر منطوق پر منطوق کے حکم کا مخالف حکم معتبر ہوگا یا نہیں؟ جیسا کہ قاعدہ ہے مفہوم حجت نہیں ہے (المفہوم لیس بحجۃٍ) یا مثلاً کسی حکم قرآنی پر اضافہ اس حکم کا نسخ ہے یا نہیں بعض کے نزدیک قاعدہ ہے کہ اَلزِّیَادَۃ علی النص القرآنی نسخٌ۔

○ عطف والے جملوں میں استثناء تمام جملوں کی طرف عائد ہوگا یا صرف آخری جملہ کی طرف۔

○ یہ قاعدہ کہ معرف باللام کے لیے کوئی عموم نہیں ہوتا (ان المعرّف بالالف واللّام لا عموم له)

(ب) قواعدِ اصولیہ عامہ: (یہ زیادہ تر متفق علیہ قواعد ہیں تاہم ان کے درمیان اختلافی قواعد بھی موجود ہیں)

مثلاً کلام کو بے معنی قرار دینے کے مقابلے میں اس کا معنی لینا اولیٰ ہے (اِعمالُ الکلام اولیٰ من اھمالہ) کلام میں اصل 'حقیقت' ہے (نہ کہ مجاز) (الاصل فی الکلام الحقیقۃ) الفاظ میں دو باتوں کا ایک ساتھ ذکر ہو، یہ واجب نہیں کرتا کہ دونوں حکم میں بھی ایک ہیں۔ (القِرانُ فی النظم لا یوجب القِران فی الحکم)

ثانی (اُ) قواعدِ فقہیہ خاصہ: یہ باب بھی اختلاف کا بڑا سبب رہا ہے، یہ قواعد عملِ استنباط میں کام آتے ہیں، ان کی حجیت و عدمِ حجیت میں خاصا اختلاف واقع ہوا ہے۔)

قیاس (غیر منصوص الحکم مسئلہ کو منصوص الحکم مسئلہ سے ملحق کرنا) استحسان (قیاس خفی یا قیاس مرسل) استصلاح (مصالح مرسلہ یا اتباع المصلحۃ)، استصحابِ حال، عرف و عادت کا لحاظ، قول صحابی، سدِّ ذرائع، براءت اصلیہ یا اباحۃ، شرائعِ سابقہ۔

(ب) قواعد فقہیہ عامہ: (مبادی شرعیہ عامہ کے انطباق میں اختلاف واقع ہونا) یہ قواعد شریعت کی روح، اس کے مزاج، اس کے مقاصد و مصالح اور اس کے اسرارِ حکم کو منضبط کرتے ہیں۔ یہ قطعی ہیں اور نصوص واضحہ قطعیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں اصلاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف ان کے انطباق (Application) کے وقت ہوتا ہے۔

القواعدُ الخَمسۃُ الکُبریٰ (پانچ جامع اور عظیم قاعدے)

(۱) الأمورُ بمقاصدھا — چیزیں اپنے مقصد کے ماتحت ہوتی ہیں۔
(۲) الیقین لایزال بالشَّكِ — یقینی چیز شک کے ذریعہ زائل نہیں ہوتی
(۳) الضرر یُزال — ضرر کا ازالہ کیا جائے گا
(۴) المشقّۃ تجلب التیسیر — مشقّت رخصت کی طالب ہوتی ہے
(۵) العادۃ محکمۃ — عادت فیصلہ کن ہوتی ہے

دیگر قواعد، جیسے:

(۶) الأصل فی الأشیاء الإباحۃ — چیزیں اصلاً مباح ہیں
(۷) قاعدۃُ حفظِ المصالح — مصلحتوں کی حفاظت کی جانی چاہیے۔
(۸) قَاعِدَۃُ الیُسرِ ورَفْعُ الحَرَج — سہولت کا خیال اور تنگی کا ازالہ کیا جانا چاہیے۔
(۹) قاعدۃ إزالۃِ الضرر وسَدّ ذرائع الفساد — ضرر کے ازالے اور ذرائع فساد کو بند کرنے کا قاعدہ۔
(۱۰) الضرورات تبیح المحظوراتِ — شدید ضرورت کے حالات میں ممنوع چیزیں مباح ہوجاتی ہیں۔
(۱۱) الضرورات تُقدّر بقدرھا — ضرورت کی حدبندی اس کی مقدار سے ہی کی جائےگی۔
(۱۲) دفع الضرر مقدّم علی جلب المنافع — حصولِ منفعت پر دفعِ ضرر مقدّم ہے۔
(۱۳) دَرءُ المفاسد أولی من جلب المصالح — مفاسد کو دور کرنا مصالح کے حصول پر راجح ہے۔
(۱۴) ارتکاب أخفّ الضررین — دو ضرروں میں ہلکے ضرر کو اختیار کیا جائے گا۔
(۱۵) الضرر لایُزال بالضرر — ضرر کو ضرر سے زائل نہیں کیا جائے گا۔
(۱۶) یحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العامّ — ضررِ عام کو دفع کرنے کے لیے ضررِ خاص کو برداشت کرلیا جائے گا۔

ثالث: ضوابطِ فقہیہ خاصّہ وعامّہ: (ان میں متفق علیہ اور مختلف فیہ دونوں قواعد ہیں، ان کی حجیت وعدمِ حجیت میں اختلاف ہوا ہے)

(۱۷) البیّنۃ علی المدّعی والیمین علی من أنکر — ثبوت لانا مدعی کے ذمہ ہے اور قسم کھانا اس کے سر ہے جو انکار کرے۔
(۱۸) کُلّ کفّارۃٍ سببھا معصیۃ فھی علی الفور — معصیت کے ہر کفارہ کی ادائیگی فوراً

ہونی چاہیے۔

(۱۹) الاصل فی الابضاع التحریم جنسی استفادے میں اصل حرمت ہے۔

(۲۰) کل من مات لاوارث لہ فمالہ لبیت المال ہر لاوارث میت کا مال بیت المال کا ہے۔

(۲۱) ایما اھاب دبغ فقد طھر، ہر دباغت شدہ چمڑا پاک ہے

(۲۲) کل ماء لم یتغیّر احد اوصافہ طھور ہر وہ پانی جس کا ایک وصف نہ بدلا ہو وہ ذریعۂ طہارت ہے۔

(۲۳) کل شیءٍ منع الجلد من الفساد فھو دباغ (غیر الشافعیہ) ہر چیز جو کھال کو فساد سے روکے وہ دباغت ہے۔

(۲۴) الاجر و الضمان لا یجتمعان (الحنفیہ) اجرت اور تاوان دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

(۲۵) الرُّخص لا تناط بالمعاصی (الشافعیۃ) معصیت رخصت کا سبب نہیں بن سکتی۔

(۲۶) جمیع ما خرج من القبل والدبر نجس الا الولد و المنی (غیر الحنفیہ) اگلے اور پچھلے راستہ سے نکلنے والی ہر چیز نجس ہے سوائے اولاد اور منی کے۔

(۲۷) خبر الآحاد ورد مخالفاً لنفس الاصول لم یقبل (الحنفیہ) اصول کے مخالف خبرِ واحد قابلِ قبول نہیں ہے۔

(۳) مستدِل کے استعداد کی عدم کاملیت اور عدم کفایت: اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) عدم معرفتِ دلیل: مستدِل (مجتہد) کو دلیل (حدیث) نہ پہنچی ہو یا دلیلِ ناسخ نہیں پہنچی ہو، یا حدیث ضعیف طریقہ سے پہنچی ہو اور اس کے نزدیک ثابت نہیں قرار پائی، نتیجتاً اس نے مسئلہ کو غیر منصوص مان کر ظاہر قرآن یا کسی دوسری حدیث یا قیاس یا استصحاب وغیرہ کے مطابق حکم نکالا جو کہ اصل دلیل کے مخالف ثابت ہوا (سلف میں اختلافِ اقوال کا غالب سبب یہی تھا اور ایسا ظاہر ہے کہ سنت وحدیث کے معاملہ میں ہی پیش آیا ہے۔ ابتدائی دور میں یہ مجتہد کے لیے ایک عذر تھا۔ اب یہ عذر باقی نہیں رہا، بلکہ اب یہ مستدِل (مجتہد) کی تقصیر مانی جائے گی۔ اب دلیل تک عدم رسائی مطالعہ کی کمی اور کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

مثلاً جدّہ (دادی، نانی) کی میراث کا مسئلہ۔ حضرت ابوبکرؓ سے جدہ کی میراث کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور نہ میرے علم کی حد تک سنتِ رسولؐ میں، پھر انھوں نے دیگر صحابہ سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ اور دیگر صحابہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسولؐ نے اسے سدس (۱/۶) دیا تھا (ابوداؤد، ترمذی)

نیز درج ذیل مسائل: سنتِ استیذان، عورت کو اس کے شوہر کی دیت سے وراثت دینا، جزیہ میں مجوس کا حکم، طاعون کے معاملہ میں رسولؐ کی سنت، جس کو نماز میں شک پیش آتا ہو اس کا معاملہ، جو شخص صبح جنابت کی حالت میں کرے اس کے روزے کا صحیح ہونا، حاملہ عورت کی عدت جس کا شوہر وفات پاگیا ہو، سود (ربا الفضل)، غسل کرتے وقت عورت کا اپنے بال کو کھولنا، مسح علی الخف میں مدت کا مسئلہ، احرام کا ارادہ کرنے والے کا خوشبو لگانا۔

امام مالکؒ وضو میں پاؤں کی انگلیوں میں خلال نہیں کرتے تھے، بعد میں جب محدث لیث بن سعد کے شاگردوں کے ذریعہ ان کو اس سلسلہ میں ایک حدیث ملی تو فرمایا: میں نے اسے نہیں سنا تھا۔ اس کے بعد وہ خود اس پر عمل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے (تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن حاتم ۱/۳۱-۳۲ مطبوعہ حیدرآباد)

(ب) نسیان وسہو: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دلیل تو مستدل تک پہنچ جاتی ہے مگر وہ وقت پر بھول کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسا کتاب وسنت دونوں میں ہوتا ہے۔

مثلاً عمار بن یاسرؓ کی روایت کے مطابق عمرؓ پانی کے نہ ملنے پر جنبی کے تیمم کے مسئلہ کو بھول گئے (ممکن ہے کہ حضرت عمار کے ساتھ عمرؓ کے بجائے کوئی اور صحابی رہے ہوں اور حضرت عمارؓ بھول کر واقعہ کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر رہے ہوں)

یا جیسے: حضرت عمرؓ نے جب مہر کی مالیت کی تحدید کی تو ایک خاتون نے یہ آیت یاد دلائی:

وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا (النساء: ۲۰)

خواہ تم نے اسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔

(یہ بات اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ مہر کی قانونی تحدید دائمی طور پر عمومی حالات میں نہیں ہو سکتی مگر

اجتماعی مصالح کی خاطر غیر معمولی حالات میں عارضی طور پر مجتہد کی صوابدید پر ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ آیت دراصل عورت کو خلع کی صورت میں الگ کرتے وقت کا حکم ہے۔ اس سے حضرت عمرؓ کے استصلاحی عارضی تحدید کے خلاف استدلال صحیح نہیں ہے)

یا جیسے: ابن عمرؓ نے یہ روایت کی کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عُمْرَۃً فِیْ رَجَبٍ — رسولؐ نے ماہ رجب میں عمرہ فرمایا

جب حضرت عائشہؓ نے یہ بات سنی تو اسے ابن عمرؓ کا سہو قرار دیا۔

(ت) مجتہد کو دلالتِ حدیث کی معرفت نہ ہو۔

کبھی نصوص میں کوئی لفظ مستدِل کے لیے اجنبی ہوتا ہے اور اس کا صحیح معنی اسے معلوم نہیں ہو پاتا۔ مثلاً یہ الفاظِ بیع:

مزابنہ، مخابرہ، محاقلہ، ملامسہ، منابذہ، غدر وغیرہ

کبھی کسی لفظ کا لغتِ نبوی میں معنی کچھ ہوتا ہے اور مستدل اسے اپنے لغوی وعرفی معنی میں لے لیتا ہے کیونکہ اصل لغت کو باقی رکھنا ہے (الاصل بقاء اللغۃ) مثلاً خمر اور نبیذ کے الفاظ۔

(ث) فقیہ کو دلالت کی جہت کی معرفت نہ ہو:

کبھی نص کی دلالت خفی ہوتی ہے اور اسے مستدل سمجھ نہیں پاتا، غلط فہمی میں کبھی وہ ایسی بات سمجھ لیتا ہے جس کی عہدِ رسالت کی لغتِ عربی متحمل نہیں ہوتی۔

(ج) تمام دلائل کا لحاظ نہ کرنا۔

کبھی مستدل مسئلہ سے متعلق تمام دلائل کو نگاہ میں نہیں رکھ پاتا، بلکہ کسی ایک ہی دلیل کو بنیاد بنا کر فیصلہ کر لیتا ہے، جیسے بیع وشرط کے مسئلہ میں لیث بن سعد کی ابو حنیفہ ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کے ساتھ گفتگو۔ مستدل کسی ایک دلیل کو اپنی مستقل بنیاد بنا لیتا ہے اور دوسری کی دلیل کا لحاظ نہیں کرتا، حالانکہ اس مسئلہ میں ایک دلیل مستقل بالحکم ہوتی ہے اور دیگر مستقل بالحکم نہیں ہوتی۔

(ح) اجتہادی استعداد کا مفقود ہونا۔

فقہ واجتہاد کا عمل دراصل مصادر ومبادیٔ شریعت اور قواعد واصولِ فقہ پر نظر اور احاطہ کے ساتھ ساتھ زبردست عقلی صلاحیت کا طالب ہوتا ہے۔ قواعد واصولِ فقہ

پر گہری نظر نہ ہونے نیز غور و فکر اور تفکر و تدبر کی کمی کے نتیجہ میں اکثر خطأ فی الفہم واقع ہوتا ہے۔

مثلاً (۱) غزوۂ خندق کے بعد بنی قریظہ کے محاصرے کے موقع پر صلاۃ عصر راستہ میں وقت ہی پر پڑھنے کے بجائے بعض حضرات کا بنی قریظہ ہی میں قضا پڑھنا۔

(۲) رکوع سے اٹھنے پر قومہ میں بعض حضرات کا ہاتھ باندھنے کا اجتہاد

(۳) جماعت کی صف بندی میں غیر فطری طور پر دونوں پاؤں کا پھیلانا (لبسط القدمین فی الجماعۃ)

(۴) پہلی اور تیسری رکعت میں آخری سجدے کے بعد بیٹھنے کا عمل (جلسۂ استراحت)

(۵) آمین بالجہر یا بالسر کو شریعت کا مسئلہ بنا دینا جو کہ حقیقتاً نفسی کیفیات کے تابع تخییری ہے۔

(۶) جہری نمازوں میں امام کے قرأت فاتحہ کے وقت پر آیت کے بعد یا ساتھ مقتدی کا اس آیت کی قرأت کرنا۔

(۷) خطبۂ جمعہ کے وقت نفل نماز کی ادائیگی۔

(۸) قعدۂ اخیرہ میں بلا عذر ٹیڑھے ہو کر بیٹھنے کا عمل یعنی مقعد کو زمین میں رکھ کر دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال دینا (بچھا دینا)

اختلافِ فقہاء پر چند اہم تصانیف

ابوالولید محمد بن احمد بن محمد ابن رشد (۵۹۵ھ) بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ۱/مقدمہ ۵-۶

تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی الدمشقی (۷۲۸ھ) رفع الملام عن الائمۃ الاعلام ۴۵/۵۰

ابواسحاق ابراہیم الشاطبی الاندلسی (۷۹۰ھ) الموافقات ۲/۱۵۳، ۴/۲۱۱-۲۱۴

ولی اللہ الدہلوی (۱۱۷۶ھ) الانصاف فی بیان اسباب الخلاف، حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۱۴۴-۹۲ ۱/۱۱۵، ۱/۲۰۵-۲۰۸

محمود شلتوت —— الاسلام: عقیدہ وشریعۃ (اسباب اختلاف الائمۃ فی فقہ القرآن والسنۃ ص ۵۱۵)

محمد محمد المدنی، مجلۃ حول الوحدۃ الاسلامیۃ طہران: مقالہ: اسباب الاختلاف بین ائمۃ المذاہب الاسلامیۃ

مصطفیٰ سعید الخنؔ، اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیۃ فی اختلاف الفقہاء

وھبۃ الزحیلی (اسبابِ اختلاف الفقہاء) مقدمۃ الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۶۷

محمد معروف الدوالیبی ، المدخل الی علم اصول الفقہ (الخلاف فی فہم القرآن) ص ۱۱۶ - ۱۱۷)

محمد ابوزہرۃ ، فی تاریخ المذاہب الفقہیۃ (الاختلاف بین المذاہب وسببہ ومداہ ص ۶۲) دارالفکر العربی

ابن حزم الاندلسی ، الاحکام فی اصول الاحکام (ابواب : الثالث، والسادس، والحادی عشر و الخامس والعشرون، والسادس والعشرون)

ابواسحاق ابراہیم الشاطبی ، الاعتصام ۳/ فصل اسباب الخلاف

محمد بن ادریس الشافعی ، الرسالہ (اسباب الاختلاف فی الحدیث)

سید محمد جمال الدین القاسمی الدمشقی (۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴م) تفسیر محاسن التاویل (مقدمہ)

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن السید البطلیوسی الاندلسی (۲۱ھ) التنبیہ علی اسباب الخلاف بین المسلمین

الاستاذ علی الخفیف (۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶م) اسباب اختلاف الفقہاء

اختلافِ فقہاء کے موضوع پر چند مزید تصنیفات، جو یا تو خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں یا جن کے کسی باب اور فصل میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہے یا جو عام اختلافی مسائل پر تصنیف کی گئی ہیں، مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اختلاف الفقہاء - ابوثور الشافعی (۲۴۰ھ) (۲) اختلاف الفقہاء - ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی (۲۹۴ھ) (۳) اختلاف الفقہاء - ابوجعفر الطحاوی (۳۲۱ھ) (۴) اختلاف الفقہاء - ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۵) اختلاف اصول المذاہب - النعمان بن محمد القاضی (۶) اسباب اختلاف المحدثین - خلدون الاحدب (الدار السعودیۃ) (۷) کتاب مسائل الخلاف - بزرعی (۳۱۷ھ) (مکتبہ زیتونیہ، تونس میں ایک نسخہ) (۸) عیون الادلۃ فی مسائل الخلاف بین فقہاء الامصار - ابن القصار بغدادی مالکی (۳۹۸ھ) (جامعۃ القروین - فارس میں ایک نسخہ) (۹) المسائل المہمۃ فی اختلاف الائمۃ - سراج الدین یونس بن عبدالمجید الارمنتی (۷۲۵ھ) (۱۰) رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی - (۱۱) مالایجوز فیہ الخلاف - الشیخ عبدالجلیل عیسیٰ۔ (۱۲) مقارنۃ المذاہب فی الفقہ محمود شلتوت ومحمد علی السایس (۱۳) الفقہ الاسلامی - حسن الخطیب - (۱۴) تفسیر النصوص فی الفقہ الاسلامی - محمد ادیب صالح (۱۵) مصادر التشریع الاسلامی - عبدالوہاب خلاف - (۱۶) مدخل الفقہ الاسلامی - محمد سلام مدکور